اختلاف و تعارض

حقیقت کیا ھے

تحریر و تالیف: سید مسرور رضا جعفری

ماخوذ: اسلام اور علمائے اسلام ، نظامِ ہدایت و تقلید
الفقیہ الحکیم السید محمد احسن زیدی مجتہد (ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس)

www.insaaniat.org

☆بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ☆

اختلاف وتعارض

اصطلاحی الفاظ:

اختلاف: Difference تعارض:To Confront,To Oppose،ٹکراؤ۔

اعتراض:۔جب خدا ،اس کے رسوؐل اور آئمہؑ کی باتوں میں اختلاف نہیں ہے اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ مجتہدین خدا،رسوؐل و اہل بیتؑ ہی کے احکامات بتاتے ہیں تو پھر ان کے فتوئوں میں اتنا اختلاف کیوں ہوتا ہے ؟

یہ اعتراض قائم کرکے خود ہی جواب یہ دیا جاتا ہے کہ:۔

" بعض فروعی ،فقہی مسائل متعدد احتمالات کے حامل ہوتے ہیں ۔صاحب نظر افراد کے درمیان ان کی تشریح و توجیہہ میں بہت کم اتفاق رائے ہوتا ہے ۔اس اختلاف رائے کی بنیاد علمی و تحقیقی ہوتی ہے اور یہ بات ذہن نشین رہے کہ مجتہدین کے درمیان فقہی اختلاف زیادہ ترروایاتِ معصومینؑ میں اختلاف کی وجہ سے ہیں ۔وجوہات کی طویل فہرست میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

1۔ہر شخص کے حالات اور قوت و ضعف کے اعتبار سے حکم بدل جایا کرتا ہے ۔

2۔علت حکم کے اختلاف کی وجہ

3۔الفاظ کے لغوی معنی اور اصطلاحی معنی میں فرق۔

4۔الفاظ و روایات کا مفہوم سمجھنے میں فرق۔

5۔روایات کا باہمی ٹکراؤ ،تعارض۔

6۔روایت بالمعنی کی وجہ۔

7۔کثرت وسائط۔

8۔ احادیث کے راویوں کا سہو و نسیان۔

9۔کتب احادیث کا ضائع ہونا۔

10۔ضعف روایات۔

11۔جھوٹی روایات کا بنایا جانا ۔

12۔دورِ حاضر میں اصل موضوع کا باقی نہ رہنا۔

13۔تقیه کی وجه ۔

14۔روایت کا سیاق و سباق معلوم نه هونا۔

15۔عربی میں ایك الفاظ کے کئی معانی ۔

16۔اصول فقه کے اختلاف کی وجه وغیرہ ۔

درحقیقت یه اختلافِ مجتهدین جو بظاهر افتراق معلوم هوتا هے حقیقتاً افتراق نهیں اور جس درجے میں هے اس میں رهنا ایك لازمی امر هے جس کا عدم بهی امت میں سخت تنگی کا سبب هے اور چونکه اختلاف ثمرہ هے اختلافِ روایت و احادیث کا اسلئے ان میں بهی دینی مصلحت اس بات کی متقاضی تهی که اس کواجمالی حالت میں اتارا جائے اگر وہ حقائق شرعیه عقائد کی طرح سے قطعی طور پر نازل کئے جاتے تو اختلافِ مجتهدین کی گنجائش نه هوتی اور اس وقت اختلاف گمراهی کا سبب هوتا اور عدم اختلاف امت کیلئے تنگی کا باعث هوتا"۔(اقتباسات ''اجتہاد وتقلید پر اعتراضات کا تجزیہ'' مؤلفہ سید عابد حسین زیدی)

قارئین کرام! یہ ایک نہایت سنجیدہ مسئلہ ہے۔ یہ کسی شعبہ کا نظری، فکری یا اسلامی علوم کے ماہرین یا سائنسدانوں، ڈاکٹروں طبی کمیشنوں کی تحقیق کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ ہمہ گیر مذہب۔ مذہبِ اسلام یعنی مذہبِ محمدؐ وآلِ محمدؐ کا معاملہ ہے۔ اس مسئلہ کی وجہ سے حلال وحرام، جائز وناجائز مخلوط ہوکر مذہبِ اسلام اقوامِ عالم میں مضحکہ خیز بن چکا ہے۔ مذہبِ آلِ محمدؐ کی حقانیت داؤ پر لگی ہوئی ہے۔

آپ نے نوٹ فرمالیا ہوگا کہ مجتہدین حضرات نے اپنے مسائل کے اختلافات وتعارضات کو حق بجانب اور جائز ثابت کرنے کے لئے تمام تر ذمہ داری روایات واحادیث پر ڈال دی ہے۔ روایات واحادیث میں اختلاف بلکہ تضاد ثابت کرکے مذہب کو مضحکہ خیز بنادیا ہے اور اسے اجمالی صورت دے کر خوبصورت بھی بنالیا گیا ہے۔ اسی اختلاف کی آڑ میں مذہب کی بنیاد کومسمار اور فضائلِ محمدؐ وآلِ محمدؐ سے انکار کیا جاتا ہے۔ بقول نام نہاد علماء **کلام الهٰی و ارشادات نبویؐ و آئمه طاهرین علیهم السلام اتنے ساده نهیں هیں که هر شخص انهیں باآسانی سمجھ سکے کیونکه قرآن میں آیات محکمات ،متشابهات اور ناسخ و منسوخ موجود هیں ۔ اصولِ کافی میں باقاعده عنوان"باب اختلاف الحدیث" قائم کیاگیا هے ۔**

قرآن کی حقانیت میں آیاتِ محکمات ومتشابہات اور ناسخ ومنسوخ کے بارے میں ہم اپنی تحقیق قارئین کی خدمت میں پیش کرچکے ہیں۔ قرآن سے متعلق عوام میں پھیلائے ہوئے شکوک وشبہات دور ہوتے چلے جارہے ہیں۔

اصول کافی کے اس باب ''اختلاف الحدیث'' سے یہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ محمدؐ وآئمہ معصومینؑ کی احادیث اور احکام میں اختلاف وتضاد ہے کوئی حدیث کچھ کہتی ہے؟ دوسری حدیث اس کے خلاف کہتی ہے۔ اور تیسری ان دونوں کی مخالفت کرتی ہے۔ لہٰذا انہوں نے قرآن کی طرح حدیث کے پورے ذخیرہ کو (49) انچاس اقسام میں تقسیم کرکے اور (50) پچاس قسم کے اصول

حدیث وضع کر کے ایسی پوزیشن دی ہے جس سے ہر حدیث پر آنکھ بند کر کے عمل نہیں کیا جا سکتا۔لہٰذا حدیث کے پورے ذخیرہ کی ورق گردانی کے بعد جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ علم ویقین فراہم نہیں کرتا بلکہ ظن وگمان حاصل ہوتا ہے۔اس لئے اللہ ورسولؐ کی صحیح منشاء مراد اور مطلب سمجھنے کیلئے اجتہاد و مجتہد کی احتیاج ہے۔وہ اپنے اجتہادی اصولوں پر پرکھ کر اللہ و رسولؐ اور آئمہؑ کا حقیقی مطلب معلوم کر کے بتائیں گے لیکن یہ سب کچھ ان شیعوں کیلئے قابل قبول ہوگا جو اس کے مقلد ہوں۔

بہرحال قارئین یاد رکھیں اور نوٹ فرمالیں کہ جہاں جہاں ہمیں آیات واحادیث میں اختلاف یا تضاد موجود ہونے کا مغالطہ ہو وہاں نہ اختلاف ہوتا ہے نہ کوئی تضاد ہوتا ہے ہوتا یہ ہے کہ وہ بات ہمارے ذہنی معمولات کی رسائی سے باہر ہوتی ہے ہم نے جس معاملہ میں جو کچھ طے کر رکھا ہے اور جو کچھ تجربہ ہے وہ بات ہمارے تہیہ اور تجربے سے مشورہ لیکر نہیں کہی یا کی گئی ہے۔اور جب بھی آیات واحادیث کو اپنے وضع کردہ قوانین کے ماتحت رکھ کر اپنی نام نہاد بصیرت پر جانچیں گے تو یقیناً حق تک پہنچنے کی بجائے باطل امواج اپنی لپیٹ میں لے لینگی۔اور گمراہی کی طرف قدم بڑھتا ہی چلا جائے گا۔(ابلیس کی مثال آپ کے سامنے ہے)

اللہ، رسولؐ اور آئمہؑ کے بیانات وآیات واحادیث میں اختلاف ناممکن ہے

ہماری کتب احادیث میں بہت سی ایسی حدیثیں موجود ہیں جن میں قارئین کو اختلاف محسوس ہوگا۔ہم احادیث میں اس اختلاف کے منکر نہیں۔بلکہ یہ کہتے ہیں کہ آئمہ علیہم السلام نے ملکی اور قومی جارحیت کی وجہ سے اور اپنی قوم کو قتل وغارت سے بچانے کے لئے نہایت سنجیدگی اور سوچی سمجھی پالیسی کے مطابق دیدہ دانستہ خود اپنی زبان سے اختلاف پیدا کیا ہے اور یہ جانتے ہوئے کہ اختلاف و انتشار ایک تباہ کن چیز ہے بڑے فخر سے مختلف احادیث بیان کرنے کا سینکڑوں حدیثوں میں خود ہی اعلان کیا ہے۔ذرا سوچئے کہ کوئی عقل مند شخص یہ جرأت کر سکتا ہے کہ غلط کام کرے اور چوبارہ پر چڑھ کر اعلان بھی کرے؟ ساری ظاہر و پوشیدہ حقیقتوں سے واقف قرآن ایسی ہمہ گیر کتاب کے عالموں اور معلموں سے غلطی وغلط فہمی اور مختلف فیصلوں کا امکان ہے بھی یا نہیں؟ کیا قرآن میں اور صاحبانِ قرآنؑ میں اختلاف کی گنجائش ہے؟

ساری دنیا جانتی اور مانتی ہے کہ تمام انسان مل کر بھی اپنی اجتماعی عقل سے جو فیصلہ کرتے ہیں کچھ عرصہ کے بعد وہی عقل اُس فیصلے کو بچگانہ سمجھنے لگتی ہے۔فیصلے میں تبدیلی لازم سمجھتی اور تبدیلی کرتی ہے اور بعض عقلیں اب بھی اتنا پیچھے ہوتی ہیں کہ اس تازہ اور ہر تازہ اور ضروری ومفید تبدیلی پر خفا ہوتی رہتی ہیں۔یہی اختلاف ہے جو انسانی احکام فیصلوں اور اقوال پر سوار رہتا ہے۔اور یہی قرآن کو پسند نہیں۔روز ازل کی کہی ہوئی بات آج بھی صحیح ہے۔کل بھی اس کے خلاف کائنات کی کوئی چیز نہ آئے گی۔اس لئے کہ خالق کائنات کی ہر بات پوری کائناتی حقیقت ہوتی ہے۔لہٰذا اختلاف ناممکن ہے اور یہی مذاہب عالم کی حقانیت کی دلیل ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔(اَفَلاَ یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ ؟ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا O (نساء 4/82)۔

۔''کیا معترضین قرآن فہمی میں تدبر سے کام نہیں لیتے؟ اور کیا اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی غیر اللہ کی طرف سے پیش کیا گیا ہوتا تو غیر اللہ کی طرف سے ہونے کا ثبوت یہ ہوتا کہ قرآن میں بہت کثرت سے اختلافات کی بھرمار ہوتی''

یہاں دو باتیں واضح ہوگئیں کہ قرآن میں یا اللہ کے بیانات واحکامات میں ہرگز کسی قسم کا اور کسی مقدار میں اختلاف نہیں ہوتا۔ دوسری بات یہ کہ غیر اللہ جو بھی ہو اس کے بیان میں اختلاف ہوتا ہے۔

یہ قرآن، یہ کلام اللہ، اللہ کی سند سے قولِ رسولؐ کریم ہے۔ ارشاد ہے کہ:۔

۔''یقیناً یہ قرآن رسولؐ کریم کا ایک قول ہے۔ کسی شاعر کا کہا ہوا اشعار کا مجموعہ نہیں ہے۔ اے مومنین تم نے ایمان میں سے بہت تھوڑا سا اختیار کر رکھا ہے اور قرآن کسی پیشنگوئی کرنے والے کا قول بھی تو نہیں ہے۔ بہت سا چھوڑ کر تم معمولی سا تذکرہ کرتے ہو۔ سنو یہ رسولؐ کریم کا قول تمام عالمین کے خالق اور ربوبیت کرنے والے کی طرف سے مستند کرکے اتارا گیا ہے''۔(حاقه 43-69/40)

یہ قرآن ہی نہیں بلکہ رسولؐ اللہ اور اللہ میں اتنی یگانگت اور قربت ہے کہ وہؐ تو جو بات بھی منہ سے نکالتے ہیں۔ وہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ وحی ہوتی ہے:۔

۔''تمہارا یہ ساتھی اغوا نہیں ہوگیا ہے۔ وہ نفسانی دباؤ سے بات نہیں کرتا ہے۔ جو بھی بولتا ہے وہ تو اللہ کی طرف سے وحی شدہ بات یا قول ہوتا ہے جسے بات کرنا اس نے سکھایا ہے۔ جو شدید ترین قوتوں کا خالق ہے مالک ہے''۔(سورہ نجم 5-53/2)

حقیقی مومن اور حقیقی کافر کی تعریف واضح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:۔

''تحقیق جو لوگ کفر کرتے ہیں ساتھ اللہ کے اور اس کے رسولوں کے اور ارادہ کرتے ہیں یہ کہ جدائی ڈالیں درمیان اللہ کے اور اس کے رسولوں کے اور کہتے ہیں ایمان لاتے ہیں ہم ساتھ بعض کے اور کفر کرتے ہیں ساتھ بعض کے اور ارادہ رکھتے ہیں کہ اس کا درمیانی راستہ اختیار کریں۔ وہی لوگ حقیقی کافر ہیں۔ اور کافروں کے واسطے ہم نے رسوا کرنے والا عذاب تیار کیا ہے۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ان میں سے کسی ایک میں بھی جدائی نہ ڈالیں البتہ ان لوگوں کو ان کا ثواب دیا جائے گا اور اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے''۔(4/150-152)

سینکڑوں آیات و ہر بات سے ثابت ہے کہ رسولؐ اللہ غیر خدا نہیں ہیں ان کی باتوں یا احادیث میں ہرگز اختلاف نہیں ہوسکتا۔ وہؐ ہی اس پوری کائنات کے معلم ہیں۔ اُنؐ کے ہمہ گیر مذہب کی تعلیم تھی جسے تمام سابقہ انبیاءؑ، انؐ ہی کے توسط سے لائے۔ ان ہی کی نگرانی اور تصدیق میں (عمران 3/81) نوع انسان کو تعلیم دیتے رہے اور قیامت تک ہر شب جمعہ میں ان کے ساتھ درسِ خداوندی میں شریک ہوتے ہیں (کافی) اور قیامت تک ان سے باز پرس کرتے رہنے کا اختیار رکھتے ہیں (زخرف 43/45) اور جن کے یہاں حضرات انبیاءؑ ہر نئے سربراہِ اسلام امامؑ وقت پر ایمان لاتے اور تعلیمات حاصل کرتے رہے۔ اور وفات کے بعد بھی قائم آل محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہ کی نصرت کے لئے تیار اور زندہ ہیں۔ آپ کافی میں سورہ اِنّـا اَنـزَلـنٰـہ کی تفسیر پڑھیں اور دیکھیں کہ حضرت الیاسؑ پیغمبر جناب امام محمد باقر علیہ السلام کے دربار میں کس طرح تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہ بڑی طویل اور ایمان انگیز حدیث ہے پوری پڑھیں۔ ہم چند جملے ایسے لکھتے ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوجائے کہ اللہ و رسولؐ اور آئمہؑ کے بیانات میں اختلاف نہیں ہوسکتا۔ تینوں ایک بات

فرماتے ہیں۔ جو عالمی اور آفاقی حقیقت ثابت ہوتی ہے۔

حضرت امام محمدؑ باقرؑ پیغمبر حضرت الیاسؑ کے سوالات کے جوابات دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔ ''یقیناً اللہ بزرگ و برتر نے ایسے علم کو اپنے لئے ناپسند فرمایا ہے جس میں اختلاف ہو۔ علم مکمل طور پر سارا کا سارا اللہ کے پاس ہے۔ اس میں جس قدر بندوں کی احتیاج کو پورا کرتا ہے۔ وہ علم جانشینانِ رسولؐ کے حوالے کر دیا گیا ہے'' پھر فرمایا ''ان سے کہو کہ کیا جو کچھ رسولؐ اللہ نے اللہ کے علم میں سے بیان فرمایا اس میں اختلاف تھا؟ اگر وہ جواب میں یہ کہیں کہ اختلاف نہیں تھا تو پھر ان سے پوچھو کہ اگر کوئی اللہ کے احکام میں سے حکم جاری کرے کیا اس کے حکم میں اختلاف ممکن ہے؟ اگر اختلاف ہو تو کیا یہ مان لوگے کہ اللہ، رسولؐ کا مخالف ہے؟ پھر بتایا کہ ''راسخون فی العلم'' (3/7) وہی لوگ ہیں جو علم میں اختلاف نہیں کرتے۔ ان میں سے ایک خود رسولؐ اللہ ہیں۔ کیا رسولؐ اللہ نے اس علم کی تبلیغ کی تھی یا نہیں جس میں کسی قسم کا اختلاف نہ تھا''؟ کیا ان کی جگہ کوئی ایسا جانشین ہے کہ جس کے علم میں اختلاف نہ ہو؟ اس کے بعد حجت قائم کی کہ رسولؐ اللہ کی جگہ ایسے ہی شخص کو خلیفہ ہونا چاہئے جس کے پاس رسولؐ کا تبلیغ کردہ بے اختلاف علم ہو''۔

پوری بحث اور دلائل سن کر جناب الیاسؑ نے اعلان کیا کہ۔ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ حضراتؑ اس حکم کے مالک ہیں جس میں اختلاف نہیں ہے''۔ (کافی کبریٰ جلد اول صفحہ 463)

اللہ ورسولؐ اور آئمہ کے احکام میں اختلاف نہیں ہوتا۔ اختلافی احکام طاغوتی ہوتے ہیں

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ :۔ ''جو شخص ایسا فیصلہ یا حکم نافذ کرے جس میں اختلاف نہ ہو تو اُس کا حکم یا فیصلہ اللہ کا حکم یا فیصلہ ہے اور جو کوئی ایسا حکم یا فیصلہ نافذ کرے جس میں اختلاف ہو اور ایسے حکم کو صحیح سمجھے وہ حکم طاغوتی نظام کا حکم ہے''۔ (کافی ظفری جلد اول صفحہ 281)

لامحدود علوم وقدرت، ہمہ گیر نظامِ ہدایت وتقلید اور خدا کے مخلص ومعصومؑ بندے

اللہ تعالیٰ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ نوع انسان تخلیق سے لے کر قیامت تک ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے کہیں بھی گمراہ ہو جائے اور گمراہی بھی تعلیمات خداوندی میں اختلافات اور تضادات اور نقائص کی وجہ سے وقوع میں آئے۔ تو یہ اللہ کی اپنی ذاتی ذمہ داری اور ضرورت تھی کہ وہ نظام ہدایت وتقلید میں کوئی پہلو ایسا نہ چھوڑے جس سے گمراہی کا امکان رہ جائے اور پوری نوع انسان گمراہ ہو جانے کے باوجود بے قصور کہلائے اور پھر گمراہی کا موقع پیدا کرنے کا الزام اللہ پر عائد ہو جائے۔ یہی وہ معیار وضرورت وتقاضہ تھا کہ اللہ نے محمدؐ و دیگر انبیاءؑ اور آئمہؑ اور ملائکہ علیہم السلام کو معصومؑ پیدا کیا۔ تاکہ ادارہ نبوتؑ و امامت کی طرف سے اس کی تعلیمات میں کوئی کوتاہی، لغزش اور خطا ممکن نہ رہے۔ یہی نہیں بلکہ ادارہ نبوّت کے سربراہوںؑ کو اس پوری کائنات کا وہ علم عطا کیا جس کا تذکرہ ہوتا رہا بلکہ ہر ماہ وسال اور ہر ہفتہ اور ہر روز اور ہر لمحہ اپنے علوم سے نوازتے رہنے اور تخلیقی وارتقائی منازل سے گذارتے رہنے کا سلسلہ تا قیامت جاری فرمایا۔ ایسی صورت میں یہ ناممکن تھا اور ناممکن ہے کہ انبیاءؑ اور آئمہ علیہم السلام سے ملنے والی تعلیمات خداوندی میں کسی قسم کی خامی رہ جائے اور اس خامی کی وجہ سے مخلوق خدا گمراہ ہو کر اللہ پر الزام قائم کر دے۔

اس لامحدود و بے خطا علوم وقدرت خداوندی کو پہنچانے اور ہمہ گیر معصوم نظام ہدایت وتقلید قائم کرنے اور چلانے کیلئے اپنے معصومؑ ومخلصؑ بندے تخلیق فرمائے ۔ تا کہ علومِ خداوندی وصول کرنے ، انسانوں تک پہنچانے اور عمل کر کے دکھانے میں خدائی معیار قائم رہے اور کوئی کوتاہی لغزش اور خطا ممکن نہ رہے تا کہ ساری دنیا کو انسان کا وہ مقام دکھائیں جو اللہ ہر انسان کو دینا چاہتا ہے جس پر چل کر مقام محمدیؐ کی طرف عروج مل سکتا ہے۔

قارئین آپ سارے قرآن میں تلاش کریں جہاں بھی ''مخلص'' بندوں کا ذکر ہوا ہے وہاں ہر جگہ انبیاء کرام علیھم السلام کا تعین کیا گیا ہے اوران کا مقام تمام انسانوں سے بلند اور محیر العقول رکھنے کیلئے ایک ایک آیت لائی گئی ہے۔

۔''جب کافروں نے یہ کہا کہ کیا ہم ایک مجنون شاعر کے لئے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟ تو اللہ نے جواباً فرمایا کہ وہ پاگل شاعر نہیں ہے ۔ وہ تو وہ ہستی ہے ۔ جو حقِ محض لے کر آیا ہے ۔ اور تمام رسولوںؑ کی تعلیم کو سچ کر دکھایا ہے ۔ یقیناً تم سب کو دردناک عذاب کا مزہ لینا ہوگا۔ اور تمہیں جو جزا ملے گی وہ صرف وہی ہوگی ۔ جو تمہارے اعمال کے نتیجہ میں ملے گی ۔ مگر اللہ کے **مُخلَص** بندے اعمال کی جزا اور حساب وکتاب سے مبّرا ومنّزہ ہیں ۔(37/39-40) اور (37/36-38) اور فرمایا کہ:۔

۔''انہوں نے اپنے رب کو جھٹلایا چنانچہ ان کو باز پرس کیلئے حاضر ہونا پڑیگا ۔ مگر اللہ کے مُخلَص بندوں کیلئے باز پرس کیلئے حاضری نہیں ہے'' ۔(صافات 37/127-128) اور یہ بھی بتایا کہ:۔

۔''باز پرس اور مواخذہ کے لئے تمام انسانوں ہی کو حاضر نہ ہونا پڑے گا ۔ بلکہ تمام جنوں کو بھی معلوم ہے کہ انہیں بھی قیامت میں مواخذہ کے لئے حاضر ہونا پڑے گا۔ اللہ اس سے کہیں زیادہ ارفع واعلیٰ ہے ۔ جو یہ لوگ اس کی صفات بیان کرتے ہیں ۔ حقیقی صفات جاننے والے صرف اللہ کے مُخلَص بندے ہی ہیں ۔ اور انہیں کسی مواخذہ کے لئے صحیح صفات جاننے اور بیان کرنے کی وجہ سے حاضر نہ ہونا پڑے گا'' ۔(صافات 37/158-160)

اور حضرت یوسف علیہ السلام کی پوزیشن بیان فرما کر یہ واضح کر دیا کہ انبیاءؑ کے جسم میں وہ مادہ اور سامان نہ لگایا گیا تھا ۔ جو شیطانی اغوا، فریب یالذات کی طرف مائل کیا جاسکے ۔ سنئے ارشاد ہے کہ:۔ ''اسی قانون کے مطابق ہم نے اس سے برائی اور بے حیائی کو علیحدہ کر دیا۔ یقیناً وہ ہمارے مُخلَص بندوں میں سے ہے'' ۔(یوسف 12/24)

اللہ نے ابلیس کو یہ طاقت وقدرت واختیار دیا تھا کہ وہ انسانی جسم اور خون اور قلب وذہن میں داخل ہو جائے اور نطفوں میں اپنی خصوصیات پہنچا دے لیکن اس کا ''مخلص'' بندوں پر تسلط نہ ہونا ثابت ہے۔

احادیث معصومینؑ میں اختلاف کی حقیقت اور ضرورت

آئمہ معصومینؑ نے مسلمانوں کو قومی حکومت کے استبدادی اقدامات اور قتل وغارت سے محفوظ رکھنے اور اسلام کا صحیح تصور پیش کرنے کیلئے ایسے بیانات دئے ہیں جس سے دشمن کے اقدامات بے اثر ہو جائیں اور جبر وتشدد کا رخ خود بخود دشمن کی طرف موڑ دیا

جائے۔

دشمنانِ اسلام سے سلوک میں دفاعی پہلو، اللہ کے اعلانات اور اللہ کی اجازت واحکامات پر معصوم اقدامات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:۔''انہوں نے مکر وفریب پر کمر باندھ لی ہے اور میں نے بھی ان سے مکر وفریب کرنا طے کر لیا ہے''۔(86/15-16)

اس مکر وفریب اور تخریب کاریوں کا ذکر کرتے ہوئے اور ان سے بچنے کے اقدامات کیلئے فرمایا کہ:۔''مومنین مومنوں کے سوا کسی کو اپنی باطنی اسکیم پر مطلع نہ کرینگے۔ اسلئے کہ دشمنانِ اسلام مسلمانوں کو تباہ کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑنا چاہتے اور ان کیلئے ہمہ قسمی دقتیں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تباہ کن اسکیم کا اعلان بھی کر دیا ہے۔ لیکن اس اعلان کے پیچھے جو منصوبہ انکے دلوں میں مخفی ہے وہ اعلانیہ محاذ سے کہیں بڑا خطرہ ہے۔ دیکھو ہم ان آیات میں واضح نکات بیان کررہے ہیں۔ بشرطیکہ تم ان نکات پر عقل سے عمل درآمد کرلو''۔(2/76-77)(3/118)(4/81,83,108)(60/1-2)

آخر اللہ نے دفاعی اقدامات کے جواز پر یوں سند عطا فرمادی کہ:۔

۔''کفار اور منافقین سے تیغ بکف پیش آؤ۔ غلیظ ترین سلوک کرو۔ یہ اسلام لانے کے بعد کافر ہوئے ہیں۔ اور خفیہ منصوبہ چلا رہے ہیں ۔لہٰذا انہیں جہاں اور جس حال میں پاؤ قتل کر سکتے ہو۔ مواخذہ کرنا۔ محاصرہ کرنا۔ اور انکی گھات میں چھپ کر بیٹھنا اور اس قسم کے تمام اقدامات جائز ہیں''۔(توبہ 9/73-80) اور (9/5)

قارئین آپ نے دیکھا کہ اس خود ساختہ اور لاقانون نظام سے دفاع کیلئے ہر وہ چیز جائز کر دی گئی جو طاغوتی منصوبہ میں مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنا طے پا گئی تھی۔ قوت کے مقابلہ میں قوت۔ مکر کے دفاع میں مکر۔ فریب کے مقابلہ میں زبردست فریب، رازداری اور خفیہ کارروائیوں کے مقابلہ میں شدید ترین نظام غیب، انہی اصولوں کے تحت اللہ، رسوؐل اور آئمہ معصومین علیھم السلام نے تقویٰ وتقیہ پر مبنی ایسے عملی اسباق وتعلیمات وضع فرمائے کہ وہ تمام خدائی مقاصد بھی حاصل ہو جائیں اور کسی حیثیت سے لفظ کذب ،فریب، گناہ ومعصیت بھی صادق نہ آئے (یہی تقیہ کے صحیح معنی ومطالب ہیں۔ نہ کہ مصلحت آمیز جھوٹ) انہی اقدامات کے تحت معصومینؑ حضرات عمداً مختلف سلوک کرتے تھے اور کوئی بات حقیقت کے خلاف بھی نہ کہتے تھے۔ اور جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ تھی اور اپنے خود ساختہ قوانین کے تحت مسائل سازی کی بیماری میں مبتلا تھے وہ لوگ موشگافیوں کی وجہ سے خود ہی اپنے الفاظ میں الجھ کر رہ جاتے تھے۔ اور لوگ ان کے آپسی اور خود ساختہ اختلاف کو مذہبی اور آئمہ علیھم السلام کا اختلاف سمجھ لیتے تھے۔ مثال کے طور پر۔

۔''مَن قَالَ لااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وَجَبَ لَهُ الْجَنَّةُ''۔

''جس نے لااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا اس پر جنت واجب ہوگئی''۔

اس حدیث کو بیان ہوتے تقریباً بیس سال گذر چکے تھے اور رسالتؐ کے صرف تین چار سال باقی تھے۔ اس روز تک اُس حدیث میں۔''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه''۔ شامل نہ تھا۔ یہ تو وہ تدریج تھی جس سے آپؐ قومی لیڈروں کو مخالفت کا بہانہ دیئے بغیر اسلام کو

آگے بڑھا رہے تھے اور حدیث میں رسالتؑ وامامت کو لازمی پوزیشن دینے میں سیاسی صورت حال سے بچ کر گذر رہے تھے۔ لیکن قرآن کی آیات میں اللہ کی طرف سے رسالتؑ وامامتؑ کی پوری پوزیشن ثابت کر چکے تھے۔

آئمہ معصومینؑ نے حضرت علیؑ کے سوا امیر المومنینؑ کہنا حرام کیا۔ خلفاء خاموش ہو گئے۔ حکومت کے سیاسئین مطمئن ہو گئے ۔مگر ہوا کیا تمام آئمہؑ امیر المومنین رہے اور کہلائے اس لئے کہ وہ سب نہ صرف محمدؐ ہیں بلکہ وہ سب الگ الگ علیؑ اور مل کر عالونؑ اور عالینؑ (ص 38/75) بھی ہیں۔ لیکن حضرت علیؑ کے سوا ہر نام نہاد امیر المومنین اور ان کا مذہب باطل ہو کر رہ گیا۔ اس کو اختلاف حدیث وہی لوگ کہہ سکتے ہیں جن کے پاس دینی بصیرت بالکل بچگانہ ہو یا جو فریب سازی کا بہانہ ڈھونڈ ھتے ہوں۔ یہ اختلاف نہیں۔ ایسا فریب نظر ہے جو فریب کاروں نے خوشی خوشی کھایا اور اپنے ہاتھوں اپنے مذہب کی عمارت کو گرایا۔

اتمام حجت عقلی معیار پر لازم رہا ہے۔ انبیاءؑ وآئمہؑ نے مقررہ معیار جاری رکھا

سوچنے سمجھنے اور حق و باطل تک پہنچنے کا ذریعہ انسان کے پاس اس کی عقل ہے۔ لہٰذا جب تک کوئی شخص کسی چیز کو اپنی عقل سے سمجھ کر اختیار نہ کرے اس پر ذمہ داری عائد نہیں ہوتی اور جب وہ اپنی عقل کا اطمینان کر لے اس کے بعد وہ اپنے اقوال واعمال اور نظریات کا ذمہ دار ہو جاتا ہے۔ انبیاءؑ اور آئمہ علیہم السلام کی ذمہ داری ہے کہ وہ تعلیمات خداوندی کو جبر و زبردستی سے لوگوں پر نہ ٹھونسیں یوں جبراً مومن بنانا اللہ کو منظور نہیں ہے۔

''اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَO'' (یونس 10/99)

اللہ یہ چاہتا ہے کہ جو کوئی گمراہی میں پڑ کر تباہ ہونا چاہے وہ واضح عقلی دلیل سے گمراہ ہو اور جو کوئی ہدایت حاصل کر کے حیات ابدی لینا چاہے وہ بھی عقل کے بینات سے ہدایات پائے۔

۔''لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍوَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌO'' (انفال 8/42)

محمدؐ وآل محمدؐ نے عقل کے تمام معیار پورے کئے۔ اپنے دورِ حکومت میں اور نام نہاد اسلامی حکومت کے ادوار میں عارضی و مجبوری کی غیبت کے ساتھ اللہ کے مقرر کردہ معیار وتدریج پر سو فیصد عمل کیا۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ: ''یہ سبب تھا کہ محمدؐ وآل محمدؐ نے تعلیماتِ خداوندی کی تبلیغ میں اپنی ذاتی عقل کے مقام بلند کو ملحوظ نہیں رکھا بلکہ بحکم رسولؐ یہ کیا کہ تمام انبیاءؑ کو اللہ کا یہ حکم رہا ہے کہ وہ لوگوں کو ان کی عقلی سطح کو ملحوظ رکھ کر تعلیماتِ خداوندی پہنچائیں''۔

تمام اہل عقل جانتے ہیں کہ انسان مختلف الحال ہیں۔ ان میں بچے، جوان، بوڑھے، عورتیں مرد، اندھے، محتاج، امیر، غریب ، جاہل ودیہاتی، لکھے پڑھے شہری، اہل صنعت وحرفت عوام اور قائد، شاہ، گدا، مجتہد ومقلِّد، دین دار و بے دین ہمیشہ موجود رہتے ہیں ان تمام طبقات کی عقلیں نہ برابر ویکساں ہیں نہ ممکن ہے۔ لہٰذا مندرجہ بالا احادیث اور آیات کے تقاضہ کو پورا کرنے کے لئے انبیاءؑ اور آئمہ علیہم السلام پر لازم تھا اور ہے کہ وہ ہر شخص کو اس کی عقلی سطح کے مطابق تعلیم دیں۔ اس کی زبان میں بات کریں اور اس کی ہرگز پرواہ نہ کریں کہ اس شخص کے معیار سے مختلف معیار کے لوگ سمجھیں یا نہ سمجھیں اور سمجھیں تو کیا سمجھیں؟ اور جب وہ حضرات مجمع عام کو

عمومی حیثیت سے مخاطب کریں تو اس وقت ایسا کلام کریں جسے زیادہ سے زیادہ لوگ سمجھیں اور جو لوگ عمومی خطاب کے دوران پوری طرح نہ سمجھیں اور سمجھنا چاہیں ۔ وہ سوالات کریں اور یہ حضراتؑ ہر سوال کرنے والے کو حقیقی مطلب و مفہوم سمجھانے کے لئے دوسروں کی فکر کئے بغیر اطمینان بخش جواب دیں گے ۔ اب یہ جواب پورا مجمع سن رہا ہے ۔ اگر اس جواب سے کسی کے دل میں کچھ شکوک وشبہات پیدا ہوں تو اسے بھی اپنے اطمینان کے لئے سوالات کرنا چاہئیں ۔ اگر کچھ لوگ الٹا سیدھا سمجھ کر بلاتحقیق کئے اٹھ کر چلے جائیں اور اپنی غلط سمجھی ہوئی باتوں کو آگے بڑھائیں تو یہ ان کی اپنی غلطی ہوگی ۔ آئمہؑ و انبیاءؑ اور کسی بھی راہنما کی اس میں خطا نہ ہوگی وضاحت نہ چاہنے والے لوگ بھی دو قسم کے ہوسکتے ہیں ۔ ایک پُرخلوص نیک دل لوگ ۔ دوسرے بد باطن مخالف آدمی ۔ اول الذکر اپنی عقیدتمندی کے ماتحت اپنی غلط یا ادھوری سمجھی ہوئی باتوں کو اپنی ذاتی بصیرت سے خوشنما اور اچھا بنا کر پیش کریں تو یہ بھی ان کی اپنی ذمہ داری ہوگی ۔ ان کی بیان کردہ باتیں امامؑ کی باتیں نہ ہوں گی ۔ دوسرا گروہ اپنی غلط اور ادھوری سمجھی ہوئی باتوں کو خواہ ہو بہو پیش کریں خواہ اور بدنما بنا کر آگے بڑھائیں ۔ اس کی ذمہ داری بھی اللہ و رسولؐ اور امامؑ پر نہ ہوگی ۔ قارئین نوٹ کریں کہ یہ تمام صورتیں ہمارے نبیؐ اور آئمہ علیہم السلام کی تعلیم کے ساتھ پیش آئی ہیں اور حضرت علی علیہ السلام نے بھی اس صورت حال کو اپنے خطبات میں بیان فرمایا ہے ۔ (کافی ظفری جلد اول صفحہ 71-67 نہج البلاغہ ۔)

احادیث اور معصومؑ بیانات کا مفہوم سمجھنے میں مخالف حکومتوں کا کردار

یہ صورت حال بھی نہایت فطری ہے اور آنحضرت اور آئمہ کے ادوار میں اور بھی پیچیدہ تھی ۔ کہنے والا کچھ کہتا تھا ۔ سننے والے اپنی اپنی فطری سمجھ سے کچھ سمجھتے تھے ۔ بد باطن لوگ کچھ اور ہی سمجھتے تھے ۔ مخالفت کی ٹوہ میں رہنے والے اپنا کام کرتے تھے ۔ اور مخالفت حکومت کی ہو تو اللہ کی پناہ ۔ اخبار نہ تھے مؤذن تھے ۔ رپورٹر نہ تھے جاسوس تھے ۔ یہ موقعہ نہ تھا کہ غلط شہرت کی اصلاح کیلئے کوئی حق بات زبان پر لا سکے ۔ آئمہ حضرات زبان بند رکھنے اور نظر بند رہنے پر مجبور تھے ۔ ادھر بدنام کرنے والوں اور مخالفت کے جذبات ابھارنے والوں کو آزادی تھی ۔ تمام موجود وسائل نشر و اشاعت ان کے ماتحت تھے ۔ مؤذن ، مولانا ، مبلغین ، قاضی ، اہل قلم ، نام نہاد محدثین و مفسرین اشاروں پر ناچتے تھے ۔ معصوم بیانات کا رخ موڑنے اور حسبِ ضرورت احادیث گھڑنے کے واقعات پر اسلامی تاریخ گواہ ہے ۔

احادیث میں کتر بیونت اور بددیانتی

درپردہ مقاصد حاصل کرنے کیلئے آیات و احادیث میں سے مطلب کے ٹکڑے یا الفاظ اٹھا لینا جبکہ مکمل آیت و حدیث میں اسی مقصد کے خلاف بیان موجود ہوتا ہو ۔ ان میں استعمال شدہ الفاظ سے ”یہ مراد لی جائے گی“ ”مطلب و معانی یہ سمجھے جائیں گے“ ”یہاں اس لفظ سے اللہ و امامؑ کی کیا مراد ہے؟“ بعض علماء نے یہ مطلب سمجھا اور بعض علماء نے اس لفظ کا وہ مفہوم لیا“ ۔ کہہ کر اپنے درپردہ مذموم مقاصد حاصل کئے جاتے ہیں اور نظریہ ضرورت کے تحت حرام و ناجائز کو حلال و جائز قرار دے دیا جاتا ہے ۔ اگر نصوص کو

اپنے مقاصد کے خلاف پایا تو بھی یہی جملے استعمال کر کے حرام و ناجائز کہہ دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر آیت میں ''اھل الذکر'' سے متعلق آئمہؑ نے فرمایا ہے کہ ''اھل الذکر'' ''راسخون فی العلم'' رسولؐ اللہ و آئمہ معصومینؑ ہیں لیکن در پردہ مقاصد حاصل کرنے کیلئے اپنی طرف سے مفاہیم و مطالب و تاویلات کر کے غیر معصوم نام نہاد علماء کو اھل الذکر اور راسخون فی العلم قرار دے دیا جاتا ہے۔ سورۃ النساء آیت 4/83 کو استنباط کے جواز میں پیش کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں ''یستنبطونه'' استعمال ہوا ہے۔ اپنی ضرورت اور در پردہ مقاصد حاصل کرنے کے لئے آیت کا پہلا ٹکڑا اچک لیا جاتا ہے جب کہ اسی آیت کا آخری حصہ بجائے خود اس کی مخالفت اور مذمت کرتا ہے۔

سورۃ توبہ آیت 9/122 میں لفظ ''لیتفقھوا'' (دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرو) سے علم اصول فقہ مراد لے کر دینی علم کے حاصل کرنے کو فرض کفائی قرار دینا نصوص کے خلاف ملت شیعہ کو جاہل رکھنے کی جسارت و سازش و بد دیانتی اور قابل سزا جرم ہے۔

مسئلہ نماز جمعہ سے متعلق حدیث معصوم ہے ''لا جمعة بدون الامام''

ترجمہ کیا جاتا ہے ''جمعہ نہیں ہوسکتا اگر امام نہ ہو'' اور اسکے وجوب کیلئے بیان پڑھیں'' اور بعض علماء نے اسکا مفہوم یہ لیا ہے کہ امام سے مراد امام جماعت ہے۔ یعنی امام یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ نماز جمعہ فرادیٰ نہیں ہوگی ہمیشہ جماعت سے پڑھی جائیگی۔ ان معنوں کو اختیار کرنیوالے علماء کے نزدیک نماز جمعہ واجب رہے گی''۔ قارئین نوٹ فرمائیں کہ حدیث میں لفظ ''الامام'' استعمال ہوا ہے۔ جو کہ اسم معرفہ ہے۔ اگر ''امام'' کی جگہ ''الامام'' ہی ترجمہ کر دیا تھا تو ''مفہوم، مراد، کہنا چاہ رہے ہیں'' کی قیاس آرائیاں خود بخود دم توڑ جاتیں اور یہ در پردہ مذموم مقصد نہ نچوڑا جاسکتا۔

علوم خداوندی میں تدریج کی پالیسی

قارئین کرام آپ جانتے ہیں حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم النبینؐ تک کی تمام تعلیماتِ خداوندی کا نام اسلام ہے۔ یہ تعلیمات لوح محفوظ سے انسانی عقول و شعور کی ارتقائی منازل کے عین مطابق مرحلہ وار اقساط میں صحف اور کتب کی صورت میں نازل ہوتی رہیں۔ ان تمام تعلیمات (توریت، زبور، انجیل وغیرہ) کا مجموعہ یا انتہائی تعلیم قرآن ہے۔ ان تعلیمات میں اختلاف و تعارض ناممکن ہے۔ لیکن تدریج کے لحاظ سے جب بھی متعلقہ معیار و حالات ہوں گے ان تعلیمات پر عمل ہوگا، کیا جائے گا۔ حالات نہ ہوں گے تو ریکارڈ میں لکھا ہوا حکم وقت آنے کا منتظر رہے گا۔

رسولؐ پاک رحمۃ للعالمینؐ حقیقتاً روزِ ازل سے نبیؐ تھے۔ لیکن حضورؐ نے خود کو چالیس سال تک بنی ہاشمؑ کے ہونہار جوان اور دانشور کی صورتوں میں پیش کیا۔ اس دوران ان دشمنان خدا اور خاندان بنی ہاشمؑ نے آپ کو ہر وہ عزت والقاب دئے جو ان کے یہاں سے کسی کو نہ ملے تھے۔ یہ طویل تدریج آنے والے تیئیس (23) سالوں کے لئے تھی پھر جو حدیث اپنی تعلیم کی بنیادی تدریج میں ارشاد فرمائی کہ وہ بلا مخالفت قبول کر لی جائے۔

﴿قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ تُفْلِحُوْا﴾

۔''یہ کہہ کر کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں چھٹکارہ اور کامیابی حاصل کرلو''۔

بعثت سے لے کر تقریباً بیس سال (20) سال تک اسی حدیث پر عمل ہوتا رہا۔ اس میں محمدؐ رسول اللہ شامل نہ تھا۔ یہ وہ تدریج تھی جس سے آپ قومی لیڈروں کو مخالفت کا بہانہ دئے بغیر اسلام کو آگے بڑھا رہے تھے۔ ورنہ لیڈران قوم انہیں (معاذ اللہ) خدا کا شریک قرار دیتے اور مشرک بنا ڈالنے کی پالیسی اختیار کر لیتے۔ وقت آنے پر نبوت کا اقرار لازم ہو گیا اور پھر حجۃ الوداع کے موقعہ پر اقرار ولایت کا عملی مظاہرہ کر کے دین مکمل کر دیا گیا۔

اب آپ درج ذیل تین احادیث پر غور فرمائیں۔

(1)**اذا ارادالامام ان یعلم شیئاً اعلمه الله ذلک**. (کافی ظفری جلد اوّل صفحہ 295)

۔''جب امامؑ کسی چیز کو جاننے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اللہ امامؑ کو اس چیز کا علم دے دیتا ہے'' (**کافی کتاب الحجت باب اذشائو اان یعلموا علموا**)

(2)**ان الامام اذا شآء ان یَعْلَمُ اُعْلِمُ**۔''یقیناً امامؑ جب جاننا چاہتا ہے اسے بتا دیا جاتا ہے''۔(ایضاً صفحہ 295)

(3)**ان الامام اذا شاء ان یَعْلَم ،عَلِمَ**۔

''یقیناً امامؑ جب جاننا چاہے، جان لیتا ہے''۔(ایضاً صفحہ 295)

پہلی دونوں احادیث جس کے سامنے ہوں وہ اس تیسری حدیث کا بھی انکار نہیں کر سکتا۔ حالانکہ حدیث کے الفاظ میں پہلی حدیث کی طرح اللہ کا ذکر نہیں ہے۔ دوسری حدیث بھی اللہ کے ذکر سے خالی تھی۔ یعنی پہلی حدیث میں یہ تمہید مکمل ہو گئی کہ علم ہو یا کوئی چیز ہو وہ اللہ ہی دیتا ہے۔ تو اب بار بار اس حقیقت کو دہراتے رہنا نہ صرف وقت ضائع کرنا ہوگا بلکہ انسانی ذوق پر گراں بھی گذرتا رہے گا۔ ایسے بیانات واحادیث تدریجی اور مسلسل حقیقتیں ہوتی ہیں۔ ان میں اختلاف وتعارض کا گذر نہیں ہے۔

علتِ احکامات

انبیاءؑ وآئمہؑ حضرات مخلوق کے عقلی اختلاف وعملی حالات کو ملحوظ رکھ کر مختلف جواب دیتے رہے۔ انہیں ویسا ہی جواب دیا جاتا تھا جیسا کہ اس مخلوق کیلئے موزوں ومناسب ہوتا تھا۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ ہم ان کے ہر حکم، ہر فیصلے، ہر قول، ہر حدیث کو قابل عمل اور واجب الاطاعت سمجھتے ہیں۔ مگر نہ ہر حکم نہ ہر فیصلہ نہ ہر قول اور نہ ہر حدیث ہر وقت اور ہر کسی کے لئے قابل عمل ہے۔ وقت اور حالات آنے پر واجب اور عمل لازم۔ ورنہ قانون کی حیثیت سے لکھی ہوئی (منسوخ) موجود ہے۔ حالات نہ ہوں گے تو حکم لکھا ہوا (**منسوخ شدہ**) ریکارڈ میں وقت آنے کا منتظر رہے گا۔ نماز اور روزہ اور حج وزکوۃ وخمس وجہاد حالات اور وقت کے ساتھ مشروط اور مقید ہیں۔ ایسے اوقات اور حالتیں بہت زیادہ ہیں جب آپ پر نہ کوئی نماز عملاً واجب ہے۔ نہ روزہ فرض ہے۔ نہ زکوۃ لاگو ہے۔ نہ خمس نہ حج نہ جہاد واجب ہے اور اللہ ورسولؐ آپ سے خوش ہیں اور آپ عاقل وبالغ وآزاد مسلم ہیں۔ جب مقررہ اور منسوخہ وقت اور حالت آئے تو سب واجب اور ادا کر لینے کے بعد سب منسوخ حیثیت سے واجب۔

سورہ بقرہ (2/173) میں اللہ تعالیٰ نے مردار، لہو، سور کا گوشت اور سب کچھ جس پر غیر اللہ کو پکارا جائے حرام قرار دے دیا ہے لیکن اضطراری صورت میں حد سے نکلنے اور اس کا عادی نہ ہونے کی شرط لگا کر اجازت دے دی ہے۔ شیخ مرتضیٰ انصاری نے رسائل میں ''تعارض الادلہ'' کے مقام پر درج ذیل روایت پر بحث کی ہے۔

"یا وہ واقعہ جس میں امام معصومؑ نے دو الگ الگ صحابیوں کی حالت کے مطابق ایک کو یہ حکم بتایا کہ خرگوش کا گوشت کھایا جا سکتا ہے (کیونکہ امام جانتے تھے کہ وہ اس علاقے کا رہنے والا ہے جہاں خرگوش کا گوشت نہ کھانا تشیع کی پہچان تھی اور نہ کھانے پر جرم تشیع میں اس شخص کی زندگی کو خطرہ تھا)اور دوسرے کو یہ حکم بتایا کہ خرگوش کا گوشت نہیں کھایا جاسکتا (کیونکہ وہ عام مومنین کے علاقے میں رہتا تھا) ''۔(اجتہاد و تقلید پر اعتراضات کا تجزیہ صفحہ 55)

قارئین آپ نے نوٹ فرمالیا ہوگا کہ درج بالا احکامات کسی بھی صورت میں اور کسی بھی حیثیت سے اختلاف یا تعارض کے زمرے میں نہیں آسکتے جب تک در پردہ مقاصد کی خاطر بدنیتی سے ان احکامات کو کچھ ٹکڑوں میں تقسیم کر کے ضرورت کا حصہ اُچک نہ لیا جائے۔ اختلاف یا تعارض تب بنے گا جب ان مشروط و مقید احکامات کو مطلق حیثیت سے نافذ کیا جائے گا۔ مثال کے طور پر حلال وحرام جانوروں کے احکام میں آغا سیستانی صاحب مور کو حلال قرار دیتے ہیں اور آغا صادق تہرانی صاحب خرگوش اور کوے کو بھی حلال قرار دیتے ہیں اب ان کے مقلدین خواہ وہ غیر مسلم ممالک میں رہتے ہوں یا مسلم ممالک میں خواہ ان کے ہم مسلک معاشرہ ایران میں رہتے ہوں ان سب پر حلال و جائز ہو گئے۔

(انا للّٰہ وانا الیہ راجعون)

معصومینؑ کی ہر حدیث، ہر عمل قرآن کے ماتحت حق ہے

معصومین علیہم السلام کی ہر حدیث خواہ ان میں تمام علماؤں اور صحابہ کو تضاد و اختلاف نظر آئے قرآن وسنت کے موافق و مطابق ہوتی ہیں۔ آئمہ اہل بیتؑ کی احادیث اور فرامین خود رسولؐ کی احادیث وفرمان ہوتے ہیں۔ اور حقیقتاً محمدؐ وآئمہؑ کا ہر فرمان اللہ کا حکم وفرمان و بیان ہوتا ہے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ۔''اے لوگو تمہیں جو کچھ میرے نام سے بتایا جائے اگر وہ قرآن کے موافق ہو تو وہ میرا کہا ہوا ہے اور جو کچھ قرآن کے خلاف ہو وہ میں نے ہرگز نہیں کہا''۔(کافی ظفری جلد اول صفحہ 76)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

''ہر معاملہ کو کتاب اور سنت رسولؐ پر پیش کیا جائے گا۔ ہر وہ بات جو قرآن سے موافقت نہیں کرتی ایک آراستہ کی ہوئی باطل بات ہے''۔(ایضا صفحہ 76)

حقیقی مومنین کیلئے مخصوص اور محفوظ ذخیرہ تیار کیا جا تا رہا

اُس زمانہ میں تعلیمات معصومینؑ کو سمیٹنے اور محفوظ کرنے کیلئے سینکڑوں بلکہ ہزاروں اہل قلمؒ حضرات کام کر رہے تھے۔

اورمخالف محاذ کوکانوں کان خبر نہ ہوتی تھی ۔ اورحقیقی مومنین کے لئے جوتعلیمات جمع ہورہی تھیں اس میں مخلوط خطاب نہ ہوتا تھا۔ مومنین کو یہ ضرورت ہی لاحق نہ ہوتی تھی کہ وہ اختلافی مسائل کی تحقیق وتفتیش کرتے پھریں۔جب کہ دشمن اسلام حکومت اس کے جاسوسوں اورنام نہادعلاماؤں کے ساتھ آئمہؑ بالکل اصولی گفتگوکرتے تھے۔تعلیمات قرآن کواس انداز سے پیش کرتے تھے کہ مخالفوں اوران کے متعینہ گرگوں اورچمچوں کے سرگھوم کررہ جاتے اور جب برسوں چکر پہ چکر کاٹ چکیں توا تنی سی حقیقت نکلے کہ بات یا حدیث قرآن وسنت کے مطابق تھی۔

امام جعفرصادقؑ تحریری ریکارڈ کے متعلق فرماتے ہیں کہ''اپنی کتابوں کا تحفظ جاری رکھواس لئے کہ بہت جلد تمہیں ان کی ضرورت پڑے گی''۔

ان قدیم کتابوں سے باقاعدہ عنوانات اورموضوع قائم کرکے ہرمسئلہ اورعقیدے پرمتعلقہ احادیث جمع کردی جاتی تھیں جیسا کہ درج ذیل روایت سے ظاہر ہے۔

۔''جناب عبداللہ بن سنان نے جناب امام جعفرصادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضورؑ مجھ سے حدیث سننے کے لئے مومنین کا اتنا ہجوم رہتاہے کہ میں سناتے سناتے تھک جاتا ہوں اورمیری قوت جواب دے دیتی ہے۔حضورؑ نے فرمایا کہ پورے پورے عنوانات نہ سنایاکرو بلکہ ہرعنوان میں سے ایک شروع کی حدیث اورایک درمیانی حدیث اورایک آخری حدیث سنادیاکرو'' ۔(ایضاً صفحہ 55)

حقیقی شیعوں میں کبھی اختلافی تعلیم نہ تھی نہ اختلاف تھا

امام جعفرصادق علیہ السلام جس قابلیت کے شیعہ تیارفرمارہے تھےان کا حال وصفات ملاحظہ ہوں۔جناب مہزم اسدی کوامامؑ نے بتایا کہ :۔

۔''ہمارے شیعہ وہ ہیں جن کی آوازصرف اُن تک پہنچتی ہے جسے وہ کچھ بتانا چاہتے ہیں جس کی نفرت اس کے بدن تک محدود رہتی ہے۔دوسروں پر برااثرنہیں ڈالتی اوروہ ہماری مدح وثنا کا ڈھنڈورا پیٹتا نہیں پھرتا۔اورہماری عیب جوئی کیلئے جلسہ نہیں کرتا اورہمارے مخالفوں کواشتعال نہیں دلاتا۔اگرمومنین سے ملتاہےتوان کوفائدہ پہنچاتاہے۔اگرجاہلوں سے ملاقات ہوجاتی ہےتوان سے علٰیحدگی اختیارکرتاہے۔میں نےعرض کیا کہ حضورؑہمیں ان نام نہادشیعوں (متشیعۃ) کے ساتھ کیا کرنا چاہئے؟ فرمایاکہ ان کی سختی سے تمیز رکھو،جوتبدیلی کے قابل ہواس کوتبلیغ کرکے تبدیل کرواورپھربھی ان پرامتحان وآزمائش کی نظر رکھو۔ان پرایسے سال آنے والے ہیں جوانہیں تم سے الگ کرنے کے لئے فنا کی طرف بڑھاتے رہیں گے۔کچھ نیزوں اوربرچھیوں کا شکاربھی ہوں گے۔(حقیقی شیعوں کے دھوکے میں مارے جانے والے ہیں) علاوہ ازین ان کا مذہبی اختلاف انہیں پراگندہ اورمنتشر کردے گا۔ہمارے شیعہ وہ ہیں جو کتے کی طرح دم ہلاکرگڑگڑاتے نہیں۔جوکوے کی طرح کالالچ نہیں رکھتے۔جوہمارے دشمنوں سے کچھ نہیں مانگتے اوربھوکے مرجانا پسند کرتے ہیں۔میں نےعرض کیا کہ میں آپ کے نثار یہ بتایئے کہ میں ان کوکہاں سے طلب کروں؟ فرمایا کہ وہ ساری دنیا میں پھیلے

ہوئے ہیں وہ معمولی قسم کی بودوباش اور سادہ زندگی بسر کرتے ہیں اور اپنے شہروں کو بدلتے رہتے ہیں۔اس طرح موجود رہتے ہیں کہ غلط ومخالف لوگ انہیں شاخت نہیں کر سکتے۔اور عدم موجودگی میں وہ لاپتہ اور گم ہو کر نہیں رہ جاتے۔موت سے بے خوف رہتے ہیں۔ اور قبرستانوں کی زیارت کرتے رہتے ہیں۔اگر کوئی مومن ان کے پاس اپنی حاجت لے کر آتا ہے اس پر رحم وکرم کرتے ہیں۔ان کے قلوب واذہان میں اختلاف کو راہ نہیں ملتی خواہ ان کی رہائش اور ان کے گھر دور دور ہی کیوں نہ ہوں۔ پھر فرمایا کہ رسولؐ اللہ نے یہ فرمایا تھا کہ میں شہر ہوں اور علیؑ اس شہر کا دروازہ ہیں۔وہ جھوٹا ہے جو بلا دروازہ شہر میں آسکنے کا دعویٰ کرتا ہے۔اور وہ بھی جھوٹا ہے جو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔باوجود یکہ اسے علیؑ سے بغض ہے''۔**(کافی ظفری جلد2 صفحہ 263-262)**

راہنما اصول:۔

یہ حقیقت آج کے تمام دانشوروں اور عقلاء کے نزدیک مسلمہ ہے کہ پوری نوع انسان کی اجتماعی عقل بھی تنہا معصوم کی طرح نہ آخری فیصلہ کر سکتی ہے۔نہ ایسا کوئی حکم لگا سکتی ہے جس میں غلطی اور غلط فہمی کا امکان کسی حیثیت سے باقی نہ رہے۔

قارئین کی معلومات کیلئے عرض ہے کہ احادیث کے علم کیلئے اصولیین حضرات نے ایسے ایسے عجیب الخلقت ومحیر العقول اصول وقوانین وضع کئے ہیں کہ عقل محو تماشہ ہے۔ان پچاس اصولوں وقوانین میں سے چند ایک کتابچہ ''اجتہاد وتقلید پر اعتراضات کا تجزیہ'' ناشر پیغامِ وحدتِ اسلامی صفحہ 44 میں سے تحریر کرتے ہیں۔

''(36)صحابہ ،تابعین اور ان کے بھائیوں ،بھنوں کی عصرِ حاضر تک معرفت؛

(38)اصحاب،تابیعن اور ان کے پیروؤں میں سے جو راوی ھیں ، عصر حاضر تک ان کے قبائل کی معرفت؛

(39)صحابہ سے عصر حاضر تک کے محدثین کے انساب کا علم؛

(41)صحابہ ،تابعین ،تباع تابعین اورعصرِ حاضر تک ان کے پیروؤں کی نیت کا جاننا؛

(42)راویانِ حدیث کے وطن کی پھچان

(43)صحابہ ،تابعین ،تباع تابعین کی اولاد اور ان کے غلاموں کی معرفت''۔

کیونکہ گھوڑے ،گدھے،خچر اور کبوتر بھی پیغام رسانی میں استعمال ہوتے رہے ہیں۔صحابہ،تابعین،تبع تابعین اُن کے بھائیوں،بہنوں،اولاد،غلاموں،لائبریریوں اور پیغام رساں جانوروں کی حفاظت کیلئے کُتّے بھی استعمال ہوتے رہے ہیں۔ان تمام کی معرفت بھی درج بالا اصولوں میں شامل کر لی جائے تو شاید ان نام نہاد اصول وقوانین کی تکمیل ممکن ہو جائے۔لاحول اور انا للہ پڑھیئے۔

قارئین کرام یقین کیجئے یہ تمام تر نتائج ہمیں خود کو قرآن وحدیث کے ماتحت رکھنے کی بجائے اپنے خود ساختہ اصول فقہ کے ماتحت کر دینے کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔اگر ہمیں کوئی آیت یا حدیث اخباری کاغذ کے ٹکڑے پر چھپی ہوئی ملتی ہے تو کیا ہم اس کاغذ

کی ماہیت، فیکٹری، ٹرانسپورٹ، چھاپہ خانہ وغیرہ ڈھونڈتے پھریں گے؟ اور اس تحقیق کے مکمل ہونے تک کیا اس آیت یا حدیث کی حقانیت تسلیم نہیں کریں گے؟

معصومؑ حکم

معصوم حکم کے مطابق راوی کا مذہب کچھ بھی ہو حدیث کا انکار یا تکذیب منع ہے۔

۔''امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کسی ایسی حدیث کی تکذیب بھی نہ کرنا جو ہماری طرف منسوب کر کے تمہارے پاس کسی مرجئی یا قدری یا خارجی کی زبانی پہنچے تم درایتاً یہ نہیں جانتے کہ شاید اس میں حق بات ہو اور تم حدیث کو جھٹلا کر عرش پر اللہ کو جھٹلانے کے مجرم بن جاؤ''۔ **(علل الشرایع صفحہ395)**

بہرحال ہمیں جب بھی جہاں بھی معصومینؑ کے اقوال و بیانات و احادیث میں اختلاف یا تعارض محسوس ہو یا محسوس ہو کہ یہ من گھڑت بات معصومینؑ سے منسوب کی گئی ہے تو ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

اللہ کا فرمان

اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسولؐ اور اولی الأمر کی اطاعت واجب کر کے یہ فیصلہ کر دیا کہ مسلمانوں میں جب کوئی اختلاف یا تنازع پیدا ہو تو وہ خود فیصلہ نہ کر لیں۔ بلکہ اللہ و رسولؐ اور اولی الأمر کے سامنے معاملہ پیش کریں اور انکے حکم کی اطاعت کریں۔ اِس دستور کو ایمان کی شرط قرار دیا اور بہتر طرز عمل فرمایا۔**(سورہ نساء4/59)**

رسولؐ پاک کا حکم

رسولؐ اللہ نے اصول وضع فرمایا کہ:۔

۔''اے لوگو تمہیں جو کچھ میرے نام سے بتایا جائے اگر وہ قرآن کے موافق ہو تو وہ میرا کہا ہوا ہے اور جو کچھ قرآن کے خلاف ہو وہ میں نے ہرگز نہیں کہا''۔

آئمہؑ کی وصیت و نصیحت

<u>امام محمدؐ باقر علیہ السلام ملک سے باہر جانے والی جماعت کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔</u> ''اور جب وہاں تمہارے سامنے ہماری ہدایات (احادیث) پہنچیں تو ان حدیثوں کو برسر کار لانا جن کی تائید میں تمہارے پاس ہماری بتائی ہوئی کم از کم ایک یا زیادہ آیات قرآن ہوں۔ اور جو احادیث ایسی ہوں کہ تمہارے پاس تائیدی آیات نہیں ہیں۔ ان کو برسر کار لانے سے رک جانا۔ اور ہم سے ان پر آیات طلب کرنا اور جب تک ہماری طرف سے قرآنی تفصیلات نہ وصول ہو جائیں کوئی اقدام نہ کرنا۔ اور یہ سمجھ رکھو اور اسی اصول پر عمل کرتے چلے جاؤ کہ ہمارا حقیقی غلبہ اور کھلا نظام قائم ہونے تک جو شخص غلط اقدامات کو روکے رہے اور انتظار میں زندگی

گذارے وہ اس شخص کے برابر ثواب کا حقدار ہے جو مستقلاً روزہ دار رہے۔اور جو شخص اس نظام کو قائم کرنے اور برسر کار لانے والےؑ کے ساتھ مل کر اٹھے اور ان کے مخالف محاذ سے جنگ آزما اور زندہ رہے۔اس کا ثواب بیس شہیدوں کے برابر ہے۔اور جو اس طرح قتل ہو جائے وہ پچیس شہداء کا ثواب پائے گا''۔

(کافی ظفری کافی جلد دوم صفحہ 245)

آئمہ علیہم السلام کا اولین و آخری اصول

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اختلاف پر عمر بن حنظلہ کو آخری اور اولین اصول واضح کر دیا کہ ''سنو اور کبھی نہ بھولو کہ ہماری احادیث جب بھی تمہاری افتادِ طبع پر باعث شبہات بنے تو تم پر واجب ہے۔کہ ان احادیث کو مضبوطی سے تھام لو اور اس وقت تک ہر اقدام سے باز رہو جب تک تمہارا امامؑ زمانہ آ کر تمہیں حقیقت احادیث پر مطلع نہ کر دے۔اسلئے کہ تمہیں اپنا فرمان پہنچانا ہماری اپنی ذمہ داری ہے۔(لَنَا اِلْقَاءِ الْقَوْل)اور تم پر لازم ہے۔کہ شبہات کے عالم میں اقدامات کر کے ہلاکت میں نہ پڑو ہمارا انتظار کرو''۔

(کافی ظفری کافی جلد اول صفحہ 75) (اَللّٰھُمَّ صَلِّی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمّدٍ)

عربی زبان کے الفاظ کا معنوی استقلال

مسلمانوں میں جس قدر اختلاف پھیلے اور جتنے فرقے وجود میں آئے وہ تمام تر قرآن و احادیث کی غلط تعبیرات اور ترجموں کی وجہ سے وقوع میں آئے۔

یہ مسلمات میں سے ہے کہ ایک مادہ اور مصدر سے جتنے بھی دوسرے مصادر یا الفاظ بنتے ہیں ان سب میں جس طرح مادہ کے تینوں حروف برقرار رہتے ہیں اسی طرح تمام مصادر اور الفاظ میں مادہ اور مصدر کے بنیادی معنی بھی برقرار رہتے ہیں۔اور وہ ہر گز کسی اور مصدر یا لفظ میں نہیں ہوتے۔یہ آخری بات ہی وہ بات ہے جس کے سمجھنے پر دارومدار ہے اور جس کو سمجھ لینے اور اختیار کر لینے کے بعد امت کے تمام اختلاف ختم ہو سکتے ہیں۔قرآن و احادیث کے الفاظ کو غیر یقینی اور شکوک و شبہات سے دوچار کرنے کیلئے نام نہاد علماء اہل قلم اور مترجم ایک ہی مصدر کو سینکڑوں مختلف معنی میں استعمال کر ڈالتے ہیں اور ایک ہی معنی کیلئے سینکڑوں مختلف مصادر کو رگڑ جاتے ہیں مثال کے طور پر:۔

ولی: ایسا حاکم جو کسی حال میں اپنی رعایا کا بُرا نہ چاہے۔اس لفظ کا مادہ ''و۔ل۔ی'' ہے۔اس بنیاد یا مادہ سے بننے والے سینکڑوں الفاظ میں حاکم اور حاکمیت کا بنیادی تصور برقرار رہنا لازم ہے۔لیکن ان الفاظ کے ساتھ جو کچھ کیا گیا لغات میں سے جھلک دکھاتے ہیں۔

المولٰی :۔ کارساز، حمایتی، دوست۔

اَلْمَوَالِی :۔ چچا کے بیٹے، عصبات۔

وَلَاءٌ ، تَوَالِی :۔ مجازی طور پر قربت۔

مَوْلٰی :۔ غلام کو آزاد کرنیوالا آقا، آزاد ہونے والا غلام، معاہدہ کرنیوالا، ہر قریبی رشتہ دار، چچا کا بیٹا، ہمسایہ۔

اَوْلٰی:۔ زیادہ لائق، زیادہ مستحق ، زیادہ قریب۔

اَوْلِیَاء:۔ دوست، ساتھی۔

اَلوَلِیّ:۔ کارساز۔

وَلِیٍ:۔ نگہبان، بچانے والا ، مددگار۔

وَلِیًّا :۔ کارساز، مددگار، دوست، رفیق، ساتھی مراد بیٹا، محافظ، حامی، بچانے والا۔

وَلِیُّہٗ :۔ اُس کا سرپرست، نمائندہ، وکیل۔

وَلّیٰ:۔ مصدر ہے تَوْلِیَۃٌ معنی منہ موڑ کر بھاگا۔ دیکھو موالیکم۔

وَلُّوْا:۔ مصدر تولیۃ منہ موڑ کر پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں، لوٹے، رخ کیا، وَلُّوا تولیۃ سے، منہ پھیرو، رخ کرو۔

تَوَلَّوْا:۔ اُنہوں نے پشت پھیری، مَصْدر تَوَلِّیٌ (مگر) تولُّوا:۔ کا مصدر تَوْلِیَۃٌ تم رخ کرو، تم پھر جاوٴ۔

تَوَلّٰی:۔ اُس نے منہ موڑا، اُس نے پیٹھ پھیر دی مصدر تَوَلِّیٌ ہے۔

تَوَلَّیْتُمْ:۔ تم پھر گئے، تم نے منہ موڑا، تم وَالِی ہوئے، تم حاکم ہوئے تَوَلِّیٌ مصدر سے۔

قارئین کرام آپ نے ان معنی میں بہت سے ایسی معنی بھی نوٹ کئے ہوں گے۔ جن کیلئے عربی زبان میں مستقل الفاظ موجود ہیں۔ مثلاً دوست کیلئے خَلِیْلٌ حبیب ۔حَمِیْمٌ اور 2۔ حمایتی کیلئے عربی میں حَامِیٌ۔ 3۔ مدد عربی کا لفظ ہے اور مُمِدو مُعَاوِن مددگار کے لئے معلوم ہیں۔ 4۔ ساتھی کے لئے عربی میں رَفِیْقٌ موجود اور بولا جاتا ہے۔ 5۔ لائق عربی کا لفظ ہے۔ 6۔ مستحق بھی عربی کا لفظ ہے۔ 7۔ قربت بھی عربی میں استعمال ہوتا ہے۔ 8۔ نگہبان کے لئے محافظ۔ 9۔ خبرگیر کے لئے رقیب اور مھیمن موجود ہیں۔ 10۔ وکیل خود مستقل لفظ ہے۔ عربی میں استعمال ہوتا چلا آتا ہے قرآن میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں۔ 11۔ آقا خود عربی کا لفظ ہے۔ محبت کرنیوالے کیلئے حبیب و محبوب عربی کے الفاظ سب کو معلوم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہر مطلب کیلئے علیحدہ علیحدہ الفاظ نازل فرمائے ہیں۔ قرآن میں کہیں بھی ایک ہی معنی کیلئے دوسرا لفظ یا کئی کئی الفاظ استعمال نہیں کئے ہیں۔ اور نہ کئی کئی مفاہیم کو ایک ہی لفظ سے ظاہر فرمایا ہے۔ لیکن نام نہاد مترجمین نے ایک ہی معنی کیلئے

سینکڑوں مصادر استعمال کئے ہیں۔مثال کے طور پر دِرَایَۃٌ سے نکلنے والے الفاظ تَـدْرِیْ نَـدْرِیْ ، اِدْرَا وغیرہ کی جگہ درج ذیل مختلف مصادر بھی استعمال کئے جاتے ہیں:۔

عِلْمٌ،خَبَرٌ ، فَھْمٌ،قَوْلٌ،دَرَکٌ،حَذْرٌ، اِطّلاعٌ،مُطّلعٌ ،واقِفٌ،

اِنْتَباہٌ، نَبُوَّۃٌ، فحصٌ اور حِلٌّ۔

ان نام نہاد مترجمین کے مطابق سب کے ایک ہی معنی ہیں اور نہ صرف ایک ہی معنی میں دِرَایَۃٌ کی جگہ استعمال ہو سکتے ہیں بلکہ آپس میں ایک دوسرے کی جگہ استعمال کرنا بھی صحیح ہے۔

قارئین کرام! آپ یقین کیجئے، تجربہ کر کے دیکھ لیجئے۔کوئی بھی ترجمہ قرآن سے علیحدہ کرلیں اور کسی عربی دان کو اس درخواست کے ساتھ دے دیں کہ دیانتداری سے اسے واپس عربی میں ترجمہ کردے۔نتائج آپ کے سامنے ہوں گے۔آیات تو درکنار آپ کو آیات کے الفاظ ملنا بھی دشوار ہونگے۔اور عقل وشعور، دین ودیانت،قرآن ومذہب اور مسلمہ قوانین سب کے سب سر پیٹتے نظر آئیں گے۔